قصیدۂ بُردہ

مع قصیدۂ

بانت سُعاد

از تصنیفات

عالیجناب خانصاحب پیرزادہ مولوی محمد حسین خانصاحب
بہادر ایم اے جج ہائیکورٹ جموں و کشمیر دام اقبالہ

برائے افادہ عاشقانِ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم

باہتمام احقر العباد میرزا عبد الغفار غفر اللہ لہ ولوالدیہ مالک فضل الاخبار

فضل المطابع دہلی مین مطبوع ہوکر مقبول اہل جہان ہوئے ۱۳۲۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اس عارف بے معرفت کی مدّت سے یہ آرزو تھی کہ مدّاحانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہوکر ثوابِ دارین حاصل کرے لیکن حوصلہ نہ پڑتا تھا۔ کیونکہ اس میدان میں بڑے بڑے شہسوار گر چکے ہیں۔ اور قبولِ عام کا مرتبہ بہت ہی کم خوش نصیبوں کو حاصل ہوا ہی **بیت** این سعادت بزور بازو نیست + تانہ بخشد خدائے بخشندہ +۔ منجملہ متاخرین کے ایک صاحب قصیدہ **بردہ** ہیں جو اس مضمون میں گویا قلم توڑ گئے ہیں۔ اور جو قبول اُنکے قصیدے کو درگاہ ایزدی اور جناب مصطفوی میں حاصل ہوا ہی وہ محتاج بیان نہیں۔ صاحبِ قصیدہ امام ابوعبداللہ شرف الدین محمد بن سعید البوصیری القاہری سبب تالیف کی بابت یہ فرماتے ہیں "مجھ پر فالج گرا۔ نیچے کا دھڑ بالکل نکما ہوگیا۔ میں نے نیّت کی کہ نعتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک قصیدہ نظم کروں۔ چنانچہ جب اس قصیدے کی نظم سے فارغ ہوا تو خواب میں دیکھا کہ آپ میرے بدن پر دست مبارک نہایت شفقت سے پھیر رہے ہیں صبح کو اُٹھا تو بالکل صحیح سالم تھا۔ نماز کے لیے گھر سے باہر نکلا تو ایک درویش کو دروازے پر کھڑا دیکھا اور اُسنے مجھ سے کہا کہ جو قصیدہ تم نے نعت میں تصنیف کیا ہی ہمیں بھی سناؤ۔ میں نے کہا کونسا قصیدہ؟ میری تو تمام عمر نعت گوئی میں گزر گئی۔ درویش نے کہا وہ قصیدہ جس کا اول شعر یہ ہی **شعر** امن تذکر جیرانٍ بذی سلمٍ + مزجت دمعاً جری من مقلۃٍ بدمٍ + میں بہت متعجب ہوا کہ میں نے تو اب تک اس قصیدے کا ذکر بھی کسی سے نہیں کیا تھا۔ اِسکو کس طرح خبر ہوگئی درویش نے کہا کہ کل رات کو یہ قصیدہ جناب مصطفوی میں پڑھا گیا تھا اور آپ سُنکر بہت محظوظ ہوئے تھے۔ میں نے اُس درویش کو اُس قصیدے کی ایک نقل دیدی۔ اور یہ خبر رفتہ رفتہ تمام شہر قاہرہ میں مشہور ہوگئی۔ بہاء الدین وزیر ملک ظاہر نے جب یہ حال سُنا تو مجھے بلا بھیجا اور ایک عالیشان محفل میلاد منعقد کرکے مجھ سے قصیدہ کو سُنا۔ اور خود برہنہ سر سامنے کھڑا ہوگیا۔ اِسکے بعد اُسکا دستور تھا کہ جب کبھی اُس کو

کوئی مشکل لاحق ہوتی تھی۔ اسیطرح محفل کرکے سر برہنہ کھڑا ہوکر اس قصیدے کو سُنا کرتا تھا۔ خداوند تعالے اُس مشکل کو حل کر دیتا تھا۔ جب سعد الدین فارقی کو ملک طاہر نے اپنا وزیر مقرر کیا اور بیماری چشم سے بہت ناچار ہوا۔ اُس سے خواب میں کسی نے کہاکہ وزیر بہاء الدین کے پاس جا اور اُس سے بُردہ لیکر آنکھوں پر رکھ۔ اِن شاء اللہ تیری شکایت رفع ہوجائیگی۔ سعد الدین نے اگر بہاء الدین سے یہ تمام قصہ بیان کیا۔ اُس نے کہاکہ میرے پاس ایسی کوئی شئے نہیں جسکا نام بُردہ ہو لیکن میرے پاس ایک قصیدہ ہے جسکو میں مشکل کے موقعوں پر محفل کرکے پڑھوایا کرتا ہوں۔ اُس نے وزیر سعد الدین کو وہ قصیدہ دیدیا وزیر نے قصیدے کو اپنی آنکھوں پر رکھا۔ اور خدا کے حکم سے اُسکو فوراً صاف نظر آنے لگا۔ اُس روز سے اِس قصیدے کا نام بُردہ مشہور ہوگیا۔ بُردہ بالضم خطدار چادر کو کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ مضامین مختلفہ ہونیکے باعث سے قائل نے اِسکو بردہ کہا ہو۔ لیکن اغلب ہے کہ بالفتح ہو اور بَرد سے مشتق ہو۔ بَرد ہوا سے ٹھنڈا کرنے کو کہتے ہیں۔ اور حکایت بالا سے اس وجہ تسمیہ کی تائید ہوتی ہے۔ قبول جناب مصطفوی کے لیے یہ شہادت کافی ہے۔ قبول ایزدی کا یہ حال ہے کہ سات سو سال سے مصر و عرب و شام و مغرب کے ملکوں میں اِس قصیدہ کو وہاں کے مُسلمان ہر روز محفل کرکے بعد نماز عشاء کے سوز و گداز کے ساتھ پڑھتے اور سُنتے ہیں۔ ہندوستان اور فارس میں بھی خوشنویس نہایت اہتمام کے ساتھ اِسکو لکھا کرتے تھے اور اہل اللہ بطور عمل کے بھی اِسکی اجازت دیا کرتے تھے ⁛

میں نے جب تبرکاً اِس قصیدے کو پڑھنا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ وہ عربی علم ادب کا ایک ادق اور مشکل نمونہ ہے۔ اور بغیر شرح کی مدد کے کوئی اچھا مستعد عربی داں بھی اِسکو نہیں سمجھ سکتا اِس خیال سے کہ میرے ہموطن مسلمان بھائی اِس نعمتِ عظمےٰ سے محروم نہ رہیں میں نے مولانا جامی کی تقلید کرکے مصنفؒ کے مضامین اور خیالات کو اُسی قافیہ میں حتی الوسع اُسی ترتیب کے ساتھ زبان اردو میں منتقل کرنیکا ارادہ کیا۔ کام تو ایسا آسان نہ تھا مگر میرا شوق پورا اور نیت خالص تھی عنایات ایزدی سے چند روز میں فارغ ہوگیا اور اب اِسکو بطور برگ سبز عاشقان رسول مقبولؐ کیخدمت میں پیش کرتا ہوں اُمید ہے کہ یہ ہدیہ بھی درگاہ ایزدی اور جناب مصطفویؐ میں خلعتِ قبول سے مشرف ہوگا چونکہ یہ قصیدہ

عربی قصائد کیطرح تشبیب سے شروع ہوتا ہی اسلیئے مناسب ہے کہ تشبیب کا کچھ بیان کردیا جائے
عربی مصنفوں کا دستور ہی کہ وہ اپنے قصیدوں کو عشقیہ مضامین سے شروع کرتے ہیں مثلاً یا تو عاشق
اپنے ہجر کی کیفیت کو بیان کرتا ہی۔ یا اُسکا کوئی دوست ناصح اُسکو سمجھاتا ہی اور اسی کو تشبیب
یعنی جوانی کی باتیں کہنا کہتے ہیں۔ اِس قصیدہ میں معلوم ہوتا ہی کہ عاشق اور معشوقہ دونوں
بادیہ نشین یعنی صحرا کے رہنے والے ہیں اُنکے قبیلوں کے خیمے اتفاق سے کوہ ذوسلم میں
جمع ہوگئے۔ جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک پہاڑ ہی۔ اور جسمیں ببول کے درخت بکثرت ہیں اور اسی
لیے اُسکو ذوسلم کہتے ہیں۔ اور وہاں اُنکی اوّل ملاقات ہوئی۔ پھر معشوقہ کا قبیلہ وہاں سے چلا گیا
معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت عاشق کا دوست اُسکو نصیحت کر رہا ہی تو معشوقہ کے خاندان کے خیمے
کوہ اضم میں تھے جو مدینہ منورہ کے قریب ایک پہاڑ ہے۔ عاشق اپنے دوست کو ذوسلم کے کھنڈروں
میں ملا۔ (جب بادیہ نشین عرب کسی جگہ خیمہ زن ہوتے ہیں تو خیموں کے گرد چھوٹے چھوٹے عارضی
مکانات اور دیواریں بھی بنالیا کرتے ہیں وہ اُنکے چلے جانیکے بعد کھنڈر نظر آتے ہیں) اور اِس ویرانہ
میں عاشق کو تلاش معشوقہ میں روتا دیکھکر اُسکا دوست ناصح تجاہلانہ اُس سے رونے کا سبب دریافت
کرتا ہی وہ کچھ جواب نہیں دیتا تو وہ دوست خود ہی سبب بتاتا ہی کہ شائد ہمسائگانِ ذی سلم تجھکو یاد
آتے ہیں۔ یا مدینہ کی طرف سے صبا کوئی پیام لائی ہے یا تونے کوہ اضم پر برق کی روشنی میں معشوقہ
کے خیمے کو رات کیوقت دیکھ لیا ہے۔ جب یہ پتہ کی باتیں سنتا ہی تو عاشق مجبور ہوکر اعتراف کرتا ہے
اور اپنے عذر میں نفس کی شکایت کرتا ہے نفس کی شکایت کرتے کرتے مصنف کو ہادی برحق کی
تعریف کا موقع ملگیا اور وہ عاشق و ناصح کو چھوڑکر اصل مطلب کی طرف گریز کرتا ہی اور جناب مصطفوی
کے اخلاق و شمائل کی تعریف کرکے اُنکے معجزات و میلاد و معراج کا ذکر کرتا ہے۔ اور خصوصاً معجزہ زندہ
یعنی کلام مجید و فرقان حمید کی خوبیوں کا بیان کرکے اور صحابہ کے جہاد اور ایثار اور وفا کا ذکر کرکے
اپنے عرض حال پر قصیدہ کو ختم کرتا ہی۔ و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین ؎

العبد المذنب محمد حسین عارف صدیقی مہمی۔ جج ہائیکورٹ جموں و کشمیر



قول ناصح

اشکِ خوں میں آنکھ سے بہتے ہیں تیری ہمدم
آرہے ہیں یاد کیا۔ ہمسایگانِ ذی سلم

یا صبا لائی ہے طیبہ کی طرف سے کچھ پیام
روشنیٔ برق میں دیکھا ہے یا کوہِ اضم

روکنے سے وہ نہ کیوں رُکتے نہیں یہ تیرے اشک
بے قرار ایسا ہے کیوں؟ تیرا دل پُر درد و غم

کیوں چھپاتا ہے۔ کبھی چھپنے نہ دینگے رازِ عشق
یہ دو غماز۔ اشکِ خونیں اور قلبِ مُضطرم

زخمی گر شمشیرِ انگشتِ حنائی کا نہیں
آہیں کیوں بھرتا ہے اور کیوں اسقدر سوتا ہے کم

فائدہ انکار سے کیا! آنکھیں اور چہرہ ترا
کھولے دیتے ہیں علی الاعلان تیرا بھرم

جوابِ عاشق

ہاں۔ خیالِ زلف نے مجھکو جگایا رات بھر
سونے کب دیتے ہیں نیشِ عشق کے درد و الم

ناصحا! بہرِ خدا اگر معذرت میری قبول
بس نہ کر ہرگز بلند اتنا ملامت کا علم

ہو گیا ہے رازِ میرا افشا ہر غماز پر
درد کا درماں ہے میرے اب جہاں میں کالعدم

ہے نصیحت تیری بیشک خیر خواہانہ تمام
کان عاشق کا مگر سُنتا نہیں پند و حکم

ناصحا! کافی تھا میرے واسطے موئے سفید
لینے آیا تھا مجھے یہ قاصدِ مُلکِ عدم

نفس امّارہ نے میرے جہل سے اپنے مگر
کی نہ اُس بیچارے کی جانب کبھی چشمِ کرم

کی نہ نیک اعمال سے اُسکی ضیافت ایک شب	ہائے اس مہمان کو جانا نہ اس نے محترم
کاش کے موئے سفید اپنے پہ میں کرتا خضاب	اور چھپاتے اس برص کو میرے حنا اور کتم

مذمت نفس

ہے خلافِ نفس سرکش کون ہے ارکار سا	جو کرے اس توسن بدذات کی گردن کو خم
نفس کی شہوت معاصی سے نہیں ہوتی فرو	کھانے سے بھرتا نہیں ہرگز حریصوں کا شکم
نفس ہے انساں کا بالکل مثل طفل شیرخوار	ماں کے پستاں کو نہیں جو چھوڑتا غیر از ستم
نفس ناہنجار کو غالب نہ ہونے دے کبھی	ہے تسلط اُسکا معیوب امر مُہلک مثل سم
شکل پر لذاتِ دنیا کی نہ کھا ہرگز فریب	مختلط ہے زہر قاتل ان میں اور شکر بہم
نفس کے مکروں میں ہے زور ریا کا رکھ خیال	نیک بھی اعمال ہوں گر سر کو اسکے کر قلم
بھوک اور سیری میں رکھ مدنظر تو اعتدال	بھوک بعض اوقات تخمہ سے نہیں ہوتی ہے کم
آنکھیں تیری زانیہ ہیں اشک سے نہلا انہیں	اور آئندہ پکڑ محکم در توبہ و ندم
کر خلافِ نفس و شیطاں حکم ان دو کا نہ مان	سچ بھی یہ بولیں اگر جان انکو ہر دم متہم
ہوں مقابل یا کہ ثالث داؤں میں انکے نہ آ	کیونکہ ہے مشہور مکرِ مدعی کید حکم
توبہ توبہ بے عمل اقوال سے کیا فائدہ	اور کو ہر دم نصیحت پر ہیں غافل آپ ہم
زاد عقبےٰ کا نہیں تونے کیا ابتک خیال	خالصاً للہ جھکایا سر نہ اپنا ایک دم

گریز بنعت

حیف اُسکی راہ سے کرتا رہا ہے تو عدول	پاؤں بھی جسکے عبادت سے کرآتے تھے ورم
روکنے کو بھوک کے کستا تھا جو اپنی کمر	پتھروں سے باندھتا تھا اپنا مخمل سا شکم
پیش کرتا تھا طلا و سیم جب کوہ بلند	رد کیا کرتا تھا فوراً اُسکو وہ عالی ہمم

ورنہ اُس کا اور ہو جاتا تھا حاجت سے سوا — صاحبِ عصمت پہ حاجت کا کہاں چلتا ہے دم
کس طرح کرتی اُسے دنیا پہ راغب احتیاج — خلقِ دنیا کا تھا باعث جب وہی خود محتشم
سید الکونین احمد ہاشمی و یثربی — خاک بوس اُسکے ہیں در کے کیا عرب اور کیا عجم
ایسا پیغمبر کہ امر و نہی اُسکی شرع کے — نسخ کے قابل نہیں ہیں قول لا ہو یا نعم
وہ حبیب اعنی رحمتِ عالم کہ جسکی ذات سے — ہے شفاعت کی ہمیں اُمید روزِ ہول و غم
جسکے پیرو عروۃ الوثقیٰ کو ہیں تھامے ہوئے — اُنمیں سے ہر ایک پکڑے ہے ہوئے ایمان کا تھم
سب نبیوں پر ہے اُسکو فوق خلق اور خُلق میں — وہ کہاں سے لاتے اُسکا علم اور اُسکا کرم
اُنمیں اور اُنمیں ہے نسبت ذرہ و خورشید کی — سامنے اِسکے وہ قطرے اور یہ دریائے یم
وہ تھے نقطے اور اِسکو علم کا دفتر سمجھ — وہ زبر زیر۔ اور یہ ہے ایک قاموس الحکم
تھی کمالِ صورت و معنی کا مخزن اُسکی ذات — برگزیدہ کر کے حق نے کھائی خود اُسکی قسم
کوئی عالم میں نہیں اُسکا محاسن میں شریک — حُسن میں جو ہر ہے اُسکا فرد کل لا ینقسم
چھوڑ کر قولِ سفیہانِ نصاریٰ بعد ازاں — صادق اُسپر آئے گی تعریف ہر بے کیف و کم
جو شرف دنیا میں ہے اُس سے ہی ہو منسوب وہ — جو بڑائی ہے جہاں میں اُسپہ ہے وہ مختتم
حیطۂ تقریر میں آئے کہاں اُسکا کمال — ہیں سپر انداز۔ یاں حسّان و سلمانِ عجم
سہل اور آساں ہیں سب تعلیم کے اُسکے اصول — ایک بھی اُن میں نہیں سرِّ خفی جذرِ اصم
وہ کمالاتِ جلی ہیں ذات میں اُسکی نہاں — فہم سے عاجز ہیں جنکے سب عقیلانِ اُمم
کیا ادانی کیا اعالی کیا اقارب کیا بعید — سب کے یہاں آکر پھسلتے ہیں بصارت کے قدم
کون ہے ایسا کہ دیکھے پاس سے خورشید کو — دور سے بھی دیکھنے میں چشم ہے پر اشک و نم
اہلِ دنیا پر حقیقت کس طرح اُسکی کھل سکے — دیکھتے ہیں خواب سب لیٹے ہوئے بستر پہ ہم
جانتے ہیں وہ جو ظاہر میں ہیں اُسکو اک بشر — اور ہی کچھ دیکھتے ہیں اُس میں انسان اتم
ہاسبق پیغمبروں کے جسقدر ہیں معجزات — فی الحقیقت تھا طفیل اُن سب کا بھی اُسکا ہی دم

شمس ہے وہ ذاتِ اکرم اور کواکب ہیں رسل
وحی کے محتاج وہ سب قلب اُسکا جامِ جم

تھا بدیع الخلق وہ اور حُسن میں ماہِ تمام
ہے کب انساں کو میسّر اُسکا سا خُلقِ اعم

تھا شرف میں بدر اور عیدِ سخا کا تھا ہلال
بحر تھا جود و کرم میں دہر سا عالی ہمم

رُعب تھا چہرے کا اُسکے اِسقدر تنہائی میں
جیسے ہو کوئی شہنشہ گرد ہو اُسکے حشم

اُسکے مدفن کی ہے مٹی مشک و عنبر سے سوا
اے مبارک وہ جو سونگھے شوق سے خاکِ حرم

اُسکے دندانِ درخشاں کی صفا کے سامنے
دُرِّ مکنونِ صدف بھی ہے کہیں درجہ میں کم

شبِ میلادِ رسولؐ

نور اور برکت سے پُر اُسکی شبِ میلاد تھی
آیتِ رحمت تھا دنیا کے لیے اُسکا جنم

پا لیا تھا اہلِ فارس نے فراست سے جبھی
آگیا بس خاتمہ پر اُن کا دورانِ نعم

گر پڑے تھے کنگرے ایوانِ کسرےٰ کے کئی
جیسے گھوڑوں سے گرے پھر اُنکے گیو و گستہم

خشک پانی ہو گیا دریائے ساوہ کا تمام
تشنہ لب اُس سے پھرے مایوس ہو کر یکقلم

بُجھ گئی نارِ مغاں آتشکدوں میں یک بیک
پھرتی تھی حیراں فرات اُس رات چھوڑ اپنا شکم

آگ پانی اور پانی آگ یوں تھے بن گئے
تاکہ ہو معلوم ہوگا انقلاب آگے اہم

روشنی عالم میں پھیلی۔ جن باآوازِ بلند
آج۔ کہتے تھے۔ ہوئے پیدا رسولِ محترم

کاہن اُنکے کہہ چکے تھے گرچہ یہ ڈنکے کی چوٹ
دین اب باطل تمھارے ہونگے رخصت لاجرم

پر ہوئی عبرت نہ بیدینوں کو اِن باتوں سے کچھ
ہو گئے تقدیرِ حق سے سب وہ اعمیٰ اور اصم

گر پڑا تھا سرنگوں جیساکہ ابلیسِ لعیں
مُنہ کے بل اَوندھے گرے اُس رات اُنکے سب صنم

بھاگے پھرتے تھے شیاطیں جابجا اُس رات کو
ابرہہ کے جیسے بھاگے تھے کبھی فیل و حشم

بعد ازاں۔ یا جیسے بھاگے بدر میں کافر تمام
ہاتھ سے پھینکا جب اُس نے سنگریزوں کو ہم

معجزات

پڑھتے تھے تسبیح کنکر مثل یونس ہاتھ میں | پھینکتے ہی اُنکے اُٹھے بھاگ اعدائے دژم
جب پکارا آپ نے اشجار یا احجار کو | حکمِ رب سے لگ گئیں اُنکے زبانیں اور قدم
لطفِ حق کا ابر تھا سایہ فگن اُسپر مدام | شدّتِ گرما سے جب ہوتے تھے پتھر بھی بھسم
انشراحِ صدر اور شقِ قمر ہیں واقعات | شک نہیں اِن میں ذرا۔ قلبِ مبارک کی قسم
غار میں یاران یک دل جس گھڑی داخل ہوئے | ہوگئیں کفار کی آنکھیں بحکمِ حق ٹیم
در پہ مکڑی نے وہیں جالا تنا الہام سے | اور کبوتر لیکے بیٹھا بیضہ کو زیرِ شکم
تھی زرہ کی اِن کو پروا اور نہ حاجت قلعہ کی | حفظِ حق کے تھے فرشتے اُن پہ نازل دمبدم
آگیا جو شخص دامانِ حمایت کے تلے | کیا مجال دہر جو اُسپر کرے ظلم و ستم
گر کرے منکر کوئی انکار وحیِ خواب کا | کہدو اُس کا خواب بھی تھا جاگنے سے کچھ نہ کم
ہوگئے بیمار چھونے سے بھلے چنگے سبھی | چھوٹ زنجیرِ مرض سے بھی گئے صاحب سقم
ہوگیا سرسبز جب اُسکی دُعا سے سالِ قحط | ہوگیا وہ سال ارزانی میں مشہور و عَلم
تھی دعا کی دیر ابر آیا اُمنڈ کر وہ معًا | دشت دریا بن گیا۔ لی بند نے راہِ عدم
تھی رسول اللہ کے اسمِ مبارک کی وہ دھاک | شیر بھی جنگل میں کرتا تھا سرِ تسلیم خم
ہوکے اُمّی تھا وہ مخزن ہر طرح کے علم کا | سچ اگر پوچھو تو ہے کیا معجزہ کچھ یہ بھی کم
کچھ نہیں حاجت بیاں کی حصر جب ممکن نہیں | معجزات اُسکے ہیں ظاہر جیسے گنبد پر علم
موتیوں کی قدر و قیمت ہار سے بڑھتی نہیں | حُسن میں بڑھتے ہیں بیشک ہوں اگر وہ منتظم
اسلیئے مداح ہیں توصیف میں عاجز تمام | فہمِ انساں سے ہیں باہر اُسکے اخلاق و شیم

معجزہ زندہ یعنی فرقان حمید

کی خدا نے تجھپہ نازل وہ کتابِ مستند | ہے قدیم اُسکا حدوث اور اُسکا حادث ہی قدم
ہے زماں کی اور مکاں کی قید سے بالکل بری | گو کہ ذکرِ حشر ہے اُسمیں اور احوالِ ارم

بر ملا قائم رہے گا معجزہ تا حشر یہ
معجزے اور انبیا کے ہو گئے وقفِ عدم

شبہہ شک احکام میں اُسکے نہیں ہرگز ذرا
اِس سے بہتر اور ہوگا کون قاضی اور حکم

کیوں مقابل بنکے دعوے تھا فصاحت کا کیا
ہیں خجل سحبان اور ابنِ مقفع یک قلم

ہی بلاغت اِسکی حافظ دشمنانِ دین سے
جیسے ہوں محفوظ غیرت مند کے اہلِ حرم

ہیں ہر اک شوشہ میں وہ گوہر معانی کے نہاں
دُرِ یکتا سے ہی بڑھکے جن کی قیمت کی رقم

ہی دل آویز اِسکا پڑہنا اور مرغوب اِسقدر
اُسکے آگے ہی بہت مکروہ صوتِ زیر و بم

آنکھ اور دل کو وہ لطف آتا ہی اِسکے وِرد میں
شوق بڑہتا ہے ہر اک قاری کا پڑھکر دمبدم

مومنوں کو یہ عذاب قبر سے دیگا نجات
شعلۂ نارِ جہنم اُس سے ہوجائے گا نم

ہیں مثالِ حوضِ کوثر آیتیں تاثیر میں
کوئلے سے چہرے بنجاتے ہیں بلّور و شیم

ہی یہ ایماں کی کسوٹی مثل میزانِ صراط
روبرو اِسکے نہیں ہٹتے کھڑے ظلم و ستم

خوبیوں کا اِسکی منکر حاسدِ بے دین ہے
ہی تجاہل سے یہ سب گر عقل ہی اِسکی اتم

روشنی سورج کی اندھے کو نظر آتی نہیں
جانتے ہیں تلخ شیریں آب کو اہلِ سقم

آیتِ کبرٰے ہی وہ پر آنکھ والوں کے لیے
نعمتِ عظمٰے ہی وہ۔ جانیں اگر ہم مغتنم

ہو مبارک یا معشرِ اسلام تمکو قصر یہ
جسکے ہیں توحید و شرع دو بڑے مضبوط تھم

معراج

ہیں عیاں خیر البریہ تیری راہ شوق میں
دشت میں اور کوہ میں عشاق کے نقشِ قدم

ولولہ حجاج کا تیرے ہے قابل دید کے
خاصکر اُسوقت جب نزدیک آجائیں حرم

بدرِ کامل کی طرح تونے شبِ معراج کو
رات کو مکہ سے چل کر دیکھا اقصٰے کا حرم

کی وہاں سے پھر ترقی مرتبے میں اِسقدر
تو جہاں پہنچا نہ پہنچا تھا وہاں آدم کا دم

بیتِ مقدس میں نمازِ با جماعت کی ادا
تو تھا مخدوم اور باقی انبیا تیرے خدم

چیرتی جاتی تھیں افواجِ ملائک۔ آسماں
اور تھا اُس فوج کا دستِ مبارک میں علم

ہر مکانِ لامکاں سے جب تو اوپر چڑھ گیا
یا محمدؐ کہہ کے بولا تجھ سے ربِّ ذوالنعم

تاکہ ہو تجھکو میسّر وصلِ مخفی بے حجاب
تاکہ ہو تجھپر عیاں خلوت میں سرِّ مکتتم

وہ مراتب قابلِ فخر اُس جگہ تجھکو ملے
جسکے حامل ہو نہیں سکتے ہیں قرطاس و قلم

وہاں پکارا تجھکو کہکے ربنے یا خیر الرسل
تھا یہی باعث کہ فرمایا ہمیں خیر الامم

بعثت

تیری بعثت کی خبر سے ڈر گئے اعدائے دیں
چونکتے ہیں جیسے کھٹکے سے مواشی اور غنم

جبکہ تعذیب اور شرارت اُنکی حد سے بڑھ گئی
گالیوں پر وہ اُتر آئے سب ملکے بہم

جنگ کا اعلاں کیا تو نے بھی حفظِ نفس میں
زور اور تدبیر سے سب کے نکالے پیچ و خم

شاہد صادق اُحد ہے نیز ہیں بدر و حنین
پشت دیکر کس طرح بھاگا تھا ہر عبدِ صنم

سدِّ راہ اُن کی ہوئی تیری دعائے بد مگر
سر کیے تیرے صحابہ نے بھلوڑوں کے قلم

وہ صحابہ۔ جن کی تلواریں سفید اور ابدار
خون سے کفار کے تھیں سُرخ مانندِ بقم

شہسوار ایسے کہ تنگ اور زین کی پڑا نہ تھی
پشت پر گھوڑے کی مثلِ میخ وہ جاتے تھے جم

نقشبند ایسے۔ سناں سے جسم اعدا پر تمام
نقش میدان وغا میں۔ کیا کرتے رقم

ہو گئے آخر کو وہ کافر ہی سب انصارِ دیں
جبکہ گاڑا تو نے جاکر سقفِ مکہ پر علم

تیرے نطق و خلق نے کی اُنکی وہ کایا پلٹ
بن گئے خاکِ قدم کرتے تھے پہلے جو ستم

باپ نے بیٹے کو جب دیکھا شہید۔ رن میں پڑا
کہہ کے اِنّا لِلّٰہ۔ اُسنے آنکھ تک بھی کی نہ نم

ماں نے سُن پائی اگر بیٹے کے مرنیکی خبر
سب سے پہلے پوچھا یہ۔ ہیں خیر سے شاہِ امم

بیوی شوہر کی شہادت پر کیا کرتی تھی ناز
بھائی کو بھائی کے مرنیکا ذرا بھی تھا نہ غم

زخمی یہ کہتا تھا جب پانی پلاتے تھے اُسے
پاس والے کو تو دو مجھ میں ابھی باقی ہے دم

عرضِ حال مترجم

نام لیوا تیرے اب گو ہیں مسلماں نام کے
اُن میں سے سب سے ہی ادنےٰ اور احقر اور اذل
یاوہ گوئی میں ہمیشہ عمر ضائع جس نے کی
خدمتِ اربابِ دنیا میں رہا شاغل مدام
کارہائے دنیوی کرتا رہا اور جہل سے
پھنس رہا ہے ہر طرف سے نفس کے پھندے میں وہ
نفس سرکش اُسکا پر اب بھی نہیں آتا ہے باز
آسرا بالکل نہیں آتا نظر اسکو کہیں
چھوڑ کر ارثِ توکل اور قناعت کا عروج
ہاں مگر۔ باقی شفاعت کی تری اُمید ہے
ہے ترا ہم نام۔ گو اِس نام کا شایاں نہیں
نیز ہے ہمنام اُس کا جسنے اُمت کیلئے
گو ضرورت کچھ نہیں پر عرض کر دیتا ہے یہ
وہ ترا صدیقؓ جس کا سینہ تیرے ہجر میں
ثانیِ اثنین جسنے ہو کے فانی فی الحبیب
نسبت اُسکی اسلیے تجھ سے نہیں کچھ ایسی عجب
آپ وہ ہیں جو کہ کرتے درگزر بوجہل سے
آپکے خُلق و محبت سے نہیں ہرگز بعید
یعنی کھچ جائیں طنابیں دشت و دریا کی تمام
ہو کے حاضر دست بستہ جالیوں کے سامنے

پر نہیں تیری محبت دلمیں کچھ اُسکے بھی کم
اِس قصیدہ کا ترجمہ۔ عارِ انفارِ خدم
کی کبھی دشمن کی غیبت اور کبھی بھائی کی ذم
عاقبت کی فکر کی ہرگز نہ اُسنے ایک دم
آخرت کے کام کو سمجھا کیا بیع سلم
کوہ سے اونچے ہیں گو اُسکے گناہوں کے اٹم
قبر کے نزدیک جا پہنچے ہیں گو اُسکے قدم
یاس کے سنتا ہے وہ ہر سمت سے صوتِ نغم
حرص سے دائم رہا جویاے دینار و درم
تُو نے فرمایا کہ نبیجگے تیج گنہگاروں کی ہم
نام ہو جسکا محمدؐ حشر کا کیا اُسکو غم
کربلا میں خطِ شفاعت کا کیا خوں سے رقم
نسبت اُسکی ہے ترے صدیقؓ سے بھی منتظم
معدنِ آہ و بکا تھا مخزنِ درد و الم
محو کر ڈالا تھا اپنے جان و تن کو یک قلم
گو ترے نزدیک سب یکساں ہیں اولادِ خدم
بدنصیب آگر اگر کرتا سرِ تسلیم خم
ہو جو عارفؔ پر عنایت سے کبھی چشمِ کرم
پاس ہو جائیں کرامت سے فلانیہ اور مُہم
عرضِ حال اپنی زباں سے خود کرے بے بیش و کم

قصیدہ بانت سعاد

اِس قصیدہ کے مصنف کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ ہیں۔ زہیر اُن سات شاعروں میں تھا جن کے قصیدے کو تمام فصحائے عرب کی صاد پر کعبہ میں لٹکائے جانے کا فخر حاصل ہوا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زہیر کو تمام شاعرانِ عرب پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ زہیر کے دو بیٹے تھے۔ کعب اور بجیر۔ بجیر اور کعب دونوں فتح مکہ کے دن مکہ سے بھاگ گئے تھے۔ بجیر نے تھوڑے عرصہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ترغیب سے اسلام قبول کر لیا۔ کعب کو جب یہ خبر ہوئی تو اُس نے پانچ شعروں میں ایک ملامت آمیز پیغام اپنے بھائی کے پاس بھیجا۔ اُن میں ایک شعر یہ بھی تھا۔ شعر

سقاک ابو بکرٍ بکاسٍ رویۃ ۔ فانھلک المامور منھا وعلک

یعنی ابو بکر نے تجھے بھرا ہوا پیالہ پلا دیا۔ مامور نے دوسرا پیالہ دیا اور خوب تیرا پیٹ بھر دیا۔ مامور عرب کے محاورے میں اُس شخص کو کہتے تھے جس پر جن آتا ہو اور اسلیئے یہ لفظ جناب رسالت مآب اور اصحاب کو ناگوار معلوم ہوا۔ بجیر نے اپنے بھائی کو پیغام بھیجا کہ اب تیری جان کی خیر نہیں۔ کعب یہ پیغام سُنکر گھبر گیا اور جب کسی قبیلہ نے اُسکو امان دینا منظور نہ کیا تو ایک دن اعرابی کے لباس میں ناقہ پر سوار ہو کر مدینہ میں پہنچا اور حلقہ صحاب میں داخل ہو کر جناب رسالتمآب کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور کلمہ طیبہ پڑھکر دریافت کیا کہ اگر کعب مسلمان ہو جائے تو آپ اُس کا قصور معاف فرما دینگے یا نہیں۔ آپنے فرمایا ہاں۔ یہ سُن کر کعب نے کہا کہ میں کعب ہوں۔ اور عذر کرنے لگا کہ میں نے مامون کا لفظ استعمال کیا تھا کسی دشمن نے مامور آپکے سامنے بیان کیا۔ حضرت نہایت خوش ہوئے اور کعب نے یہ قصیدہ اُس وقت پڑھکر سُنایا جب اس شعر پر پہنچا

ان الرسول لنورٌ یستضاء بہ ۔ مھندٌ من سیوف اللہ مسلول۔ تو آپنے اپنی چادر مبارک اُتار کر اُسپر ڈال دی۔ اِس چادر کے عوض امیر معاویہ اُسکو دس ہزار درہم دیتے تھے۔ کعب نے چادر دینا منظور نہ کیا۔ اُسکے وارثوں نے اُسکی وفات کے بعد بیس ہزار درہم کے عوض وہ چادر امیر معاویہ رضہ کو دیدی۔ اور یہ چادر خلفائے بنی اُمیہ اور بنی عباس کے پاس موجود رہی۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ اب بھی وہ چادر سلاطین روم کے پاس توشہ خانہ میں موجود ہے ✦

العبد المذنب ۔ محمد حسین عارف

قصیدہ بانت سعاد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تشبیب

جدا سعاد ہوئی دل ہے اپنا آج ملول — اسیر زلف ہوں زنجیر رنج میں مقفول
بوقت کوچ وہ جاتی تھی گنگناتی ہوئی — حیا سے بند تھی بیمار نرگس مکحول
کمر تھی کاہ مگر کوہ سے سریں بھاری — قد اسکا معتدل ایسا نہ قصر اسمیں طول
بوقت خندہ یہ دندان و لب کی کیفیت — کہ گویا برف کے ٹکڑے شراب میں مشمول
سعاد میں صفتیں کاش ہوتیں یہ موجود — کہ کرتی وعدہ وفا اور نصیحتوں کو قبول
ستم شعار غضب کی ہے جعل ساز ایسی — کہ بائیں ہاتھ کے کرتب ہیں اُسکے کذب و نکول
خلاف وعدہ و متلون المزاج از حد — کہ جیسے شکلیں بدلتا ہو لحظہ لحظہ غول
وہ کر کے وعدہ مٹاتی ہے لوح خاطر سے — کہ جیسے پانی کو غربال سے ہی فرض نزول
کبھی نہ وعدوں پہ اُسکے بھروسہ کر اے دل — کہ وعدہ اسکا ہر اک ہی خیال و خواب فضول
خلاف و کذب میں معروف ہے اگر عرقوب — سعاد کے بھی ہیں اقرار باطل و مجہول
زمان ہجر میں اُمید یہ نہیں ہرگز — کبھی وہ لطف کرے میرے حال پر مبذول
جہاں سعاد ہی اِسدم پہنچا وہاں ہے محال — پہنچ مگر جو پہنچے تو ہاں ناقۂ نجیب و عجول

صفت ناقہ

عظیم جثہ ہے اور ایسی عالی ہمت ہے — کہ پویہ جاتی ہی جب ماندگی اُسے ہو حصول
بوقت سیر عرق سے ٹپکتا کانوں سے — نقوش ریگ مٹاتا ہی جو بشکل سیول
مثال گاؤ کہ گلہ کو دور سے دیکھے — زمیں ہو سخت کہ نرم، اسکا دوڑ ہی معمول
کلائی اور جسامت میں نر سے ہے بڑھکر — نمایاں ریگ میں ایسی کہ بحر میں مستول
ہے سنگ پشت کی مانند کھال اسکی سخت — بغل کی پچھڑیاں رہتی ہیں لاغر و مہزول

کٹم تمام ہے اُسکا طویل وسخت و بلند — برادر و پدر و عم و خال سب ہیں عجول
ہیں ہاتھ پاؤں سڈول اور موٹی ہی گردن — بقولِ ماہرِ فنی افضل بناتِ فحول
ذقن سے لیکے تمام اُسکی گردن اور گھتنی — بمثل سنگ ہیں سخت آبگینہ سے مصقول
دُم اُسکی ہلنے میں گویا کہ شاخ خرما ہے — ملا ہے واسطے پستاں کے موچھل معقول
کشادہ ہوتے ہیں پہلو جو چال میں چارو — تو دُور سے نظر آتے ہیں بازوؤں کے جھول
دراز بینی ہی اور نرم ایسے رخسارے — بھرے ہوں جیسے کہ تکیوں میں یاسمن کے پھول
قوی وسخت سُم ایسے کہ جب وہ چلتی ہے — سُم اُسکے کنکر اُڑاتے ہیں مثل نعل خیول
سُبک روی میں مگر ہے نسیم سے بہتر — مجال کیا کہ زمیں سے اُڑے ذرا بھی دُھول
بروز گرم اگر پُشتہ پر پڑے چڑھنا — تو ایسی جلد وہ چڑھنے میں ہوتی ہی مشغول
کہ اُسکی ٹانگیں نظر آتی ہیں بعینہ یوں — اُٹھائے ہاتھوں کو نوحہ میں جسطرح مشکول

عرض حال و نعت

چغل ہیں جتنے وہ سب گرد ناقہ کے آکر — مجھے ڈراتے ہیں کعب اب بس ہوا مقتول
رفیق جنسے تھی مجھکو اُمید یاری کی — مجھے پُکارتے ہیں کہکے ایّہا المخذول
جواب اُنکو میں دیتا ہوں دفع ہو تم سب — کہ حکم فاعل مطلق ضرور ہو مفعول
شکم سے ماں کے جو نکلا ہے بس کبھی نہ کبھی — ضرور پشت جنازہ پہ ہوگا وہ محمول
سُنا ہے میں نے مرے واسطے ہی قتل کا حکم — خدا سے بھی نہیں اُمید گر خفا ہو رسول
رسول پاک کی خدمت میں عرض لایا ہوں — کہ عجز و توبہ رسولِ خدا کو ہیں مقبول
کرو معاف مجھے واسطہ ہے قرآں کا — کہ جسمیں عفو کے ہیں باب میں بہت سے فصول
قبول کر تو مرا عذر گرچہ ہوں مجرم — کہ کرتے آئے ہیں اہل کرم ہی عذر قبول
مجھے پکڑ نہ برائے خدا شکایت پر — ہوئے ہیں میری طرف سے سخن غلط منقول
سُنی ہیں میں نے وہ باتیں کہ سنتا فیل اگر — تو ایک دم میں سب اوسان جاتا اپنے بھول

رہا نہیں مجھے پر خوف اب کسی کا بھی
خدا کے حکم سے جب پچکا امان رسول

بلا نزاع رکھا میں نے ہاتھ پہ یوں ہاتھ
کہ انتقام سے بڑھکر ہے عفو تیرا اصول

نہیں قصور میرا دشمنوں کی ہی فطرت
بنا دیا ہے عبث مجکو ملزم و مسئول

مرا ہے روئے سخن جس سے وہ بشر ہے وہ
کہ عدل و حق سے نہیں کرتا ہی کبھی عدول

وہ ایک شیر ژیاں ہے جو رہتا ہے بن میں
وہ بن کہ جسکے ہیں گرد اور بن بطور ذیول

شکار کرکے کھلاتا ہے اپنے بچوں کو
شکم کو کرتا ہے پر انکے لحم قوم سفول

جہاں میں جتنے ہیں ظالم وہ چھپتے پھرتے ہیں
کہ اسکے نام سے ڈرتے ہیں ظالمان جہول

بوقت حملہ نہیں پشت پھیرتا ہرگز
نہ جب تک اسکا عدو ہو فرار یا مقتول

شجاع گر کوئی جاتا ہے اسکے یثرب میں
بجائے اسلحہ ہوتا ہے ہاتھ میں کشکول

خدا کا نور تھی وہ مطلع ہدایت تھے
خدا کی تیغ تھی تیغِ مہندِ مسلول

مطیع حکم دل و جاں ہے اسکے یوں ہیں قریش
دیا جو حکم کہ مکہ کو چھوڑ آئیں فحول

رہا نہ باقی وہاں ایک بھی جواں مشہور
رہے تو کچھ ضعفا یا کہ رہ گئے مجہول

منقبت مہاجرین

لباس جنگ ہے اُن کا لباس عریانی
بجائے جامۂ داؤد پیرہن مسمول

لگائیں تیر جو دشمن کے خوش نہ ہوں ہرگز
لگے جو تیر کبھی آکے اُنکے ہوں نہ ملول

وغا میں جاتے ہیں سب جھومتے کہ جیسے ببر
فرار ہوتے ہیں سب دیکھ اُنھیں لئام و رذول

سپر بناتے ہیں سینہ کو یوں سناں کے لیے
کہ جانتے ہیں بشر کو نہیں قضا سے عدول

عرض مترجم

فقط میں نام کا عارف ہوں اے حبیب خدا
مگر ہوں کعب سے بڑھکے کہیں ظلوم و جہول

قبول کر یہ میرا تحفہ محقر تو
شفیع روز قیامت ہو اے خدا کے رسول

بعجز و عذر میں آیا ہوں کعب کی مانند
کہ عجز و عذر ہیں دربار میں ترے مقبول

تمت